تعارف و تبصرہ کتب

نام کتاب	:	تدوین قرآن
افادات	:	مولانا سیّد مناظر احسن گیلانی
تلخیص و ترتیب	:	مولوی غلام ربانی
مقدمہ	:	مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی
ناشر	:	مکتبہ البخاری، نزد صابری پارک، گلستان کالونی، کراچی
سالِ اشاعت	:	۲۰۰۵ء
صفحات	:	۱۳۶
قیمت	:	درج نہیں
تبصرہ نگار	:	محمد طفیل ہاشمی☆

زیر نظر تالیف مولانا سیّد مناظر احسن گیلانی کی ایک ضخیم اور مبسوط غیر مطبوعہ کتاب کا جوہری خلاصہ ہے جو مولانا گیلانی کے ایک شاگرد اور رفیق مولوی غلام ربانی نے تیار کر کے مولانا کو دکھایا اور ان کے تصدیقی کلمات کے ساتھ پہلی بار ندوۃ المصنفین دہلی سے اور دوسری بار مکتبہ اسحاقیہ جونا مارکیٹ کراچی (۱۹۸۶ء) سے شائع ہوا۔ زیر نظر طباعت مکتبہ البخاری کراچی (۲۰۰۵ء) سے جناب محمد امین کے حرفِ آغاز (ص ۳-۷) جناب عبدالواحد قادری کی عرض ناشر (ص ۸-۱۰) مولانا محمد انور بدخشانی کی تقریظ (ص ۱۳-۱۵) اور مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی کے مقدمہ (ص ۱۶-۳۲) کے ساتھ شائع ہوئی۔

مولانا گیلانی کی کتاب کا فوری سبب تالیف یہ ہوا کہ مولانا ابوالکلام آزاد کے پرائیویٹ سیکرٹری پروفیسر اجمل خان نے اخبار ''مدینہ'' بجنور میں جمع و تدوین قرآن کا ایک سلسلہ مضامین شروع کیا، جس کے بارے میں مولانا گیلانی، مولانا ابوالحسن علی ندوی کو لکھے گئے ایک مکتوب میں رقم طراز ہیں:

☆ مکان نمبر ۲۹۶، گلی ۷۶ جی ۹/۳، اسلام آباد۔

’’آپ کو شاید میرے جنون کا حال معلوم نہیں، اجمل نامی پروفیسر کے نام سے مدینہ (اخبار بجنور) میں مضامین کا ایک سلسلہ شروع ہوا، غصہ آ رہا تھا، دبا نہ سکا، رات کو قلم لیا، پراگندہ خیالات سمیٹے اور لکھ کر مدینہ اخبار کو بھیج دیا، مسودہ تیار ہی کب تھا، وہی مسودہ تھا، وہی مبیضہ تھا‘‘۔(۱)

لیکن اس ہنگامی تحریر کے پس منظر میں خود بقول مولانا گیلانی تقریباً تیس چالیس سال کے مسلسل فکر و تأمل اور تلاش وجستجو کا ذخیرہ موجود تھا جس کے آخری تحقیقی نتائج اس میں درج کر دیے گئے تھے (تدوین قرآن، ۳۴)۔ مولانا کی بےنفسی کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ ان کی ضخیم اور مبسوط کتاب کے زیر نظر خلاصے کے مطالعے کے بعد آپ نے اپنے تصدیقی کلمات میں لکھ دیا کہ ’’اس جوہری خلاصے کے شائع ہو جانے کے بعد اب اصل کتاب کی اشاعت کی چنداں ضرورت باقی نہیں رہی۔ (تدوین قرآن، ۳۴)۔

مولانا گیلانی نے اپنی تالیف میں ان شبہات کا جائزہ لیا ہے کہ نزول قرآن کے وقت عرب میں نوشت و خواند کا دائرہ انتہائی محدود تھا، قرآن کی کتابت ناپائیدار مواد مثلاً کھجور کے پتوں، ہڈیوں، پتھر اور لکڑی کی تختیوں پر انتہائی محدود پیمانے پر ہوئی، اس کی ترتیب نزولی اور ترتیب تدوین میں اختلاف کے باعث قطعی ترتیب تدوین میں اختلاف رہا اور موجودہ شکل میں قرآن کی جمع و تدوین رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد عمل میں آئی جس کی بناء پر قرآن حکیم کے بارے میں محفوظ، مستند، مکمل اور الہامی ہدایت کے مطابق مدون ہونے کا دعویٰ مشکوک ہو جاتا ہے۔

مولانا گیلانی نے اپنے استدلال کو دو حصوں میں تقسیم کیا:

۱۔ قرآن کی داخلی شہادت

۲۔ خارجی شہادت

مولانا نے قرآن حکیم کی داخلی شہادت سے یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن کی ابتدائی حالت زبانی روایت کی نہیں تھی بلکہ ہر وحی کو آغاز سے ہی مکتوب شکل دے کر اس کی نشر و اشاعت اور دعوت وتبلیغ کی جاتی تھی۔ اس کے لیے انہوں نے قرآن حکیم کے لیے کتاب اور صحف کے قرآنی الفاظ کے استعمال، **والطور، و کتاب مسطور فی رق منشور.** (قسم ہے طور کی اور ایک ایسی کھلی کتاب کی جو رقیق جلد پر لکھی ہوئی ہے، الطّور ۵۲: ۱-۳) اور **وقالوا اساطیر الاولین اکتتبها فهی تملی علیه**

بکرۃ و اصیلاً (کافر کہتے ہیں، یہ پرانے لوگوں کی لکھی ہوئی چیزیں ہیں، جنہیں یہ شخص (حضرت محمدؐ) نقل کر رہا ہے اور وہ اسے صبح و شام سنائی جاتی ہیں۔ الفرقان ۲۵-۵) وغیرہ آیات سے استدلال کیا، نیز یہ بتایا کہ قبل از اسلام کے عہد کو ''دورِ جاہلیت'' کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ دورِ نوشت و خواند سے عاری تھا بلکہ اسلام نے اس تمدن کے لیے جاہلیت کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ اس کے برعکس قرآن حکیم میں نوشت و خواند سے متعلق الفاظ کی کثرت مثلاً رق، قرطاس، صحیفہ، صحف، قلم، زبر، الواح، مداد (روشنائی)، اسفار (رجسٹر) اور کتب وغیرہ کے الفاظ کا استعمال اس امر کی گواہی کے لیے کافی ہے کہ عرب معاشرے میں نوشت و خواند کے اسباب عام متعارف اور مستعمل تھے۔ نیز جس کتاب میں قرض کے ہر چھوٹے بڑے لین دین کی کتابت کا حکم ہو اور جو کتاب ''**یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عنداللہ**'' (وہ لوگ اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں، پھر کہتے ہیں کہ یہ خدا کے پاس سے آئی ہوئی کتاب ہے، البقرہ ۲:۷۹) ایسی آیات کی حامل ہو اس کے عہد نزول کو نوشت و خواند کی کم یابی کا عہد کہنا اس تمدن سے ناواقفیت کی دلیل ہے جس کی قرآن نے تصویر کشی کی ہے۔(۲)

خارجی شہادت کے زیرعنوان مولانا گیلانی نے نزولِ قرآن کے طریق کار، قرآن حکیم کی کتابت، نقول کی تیاری اور جمع و تدوین کے عمل مسلسل پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بیک وقت کئی کئی سورتوں کی آیات کا نزول جاری رہتا اور جب کوئی وحی نازل ہوتی اسے متعلقہ سورت میں متعلقہ مقام پر لکھوا دیا جاتا اور جب ایک سورت مکمل ہو جاتی تو ایک جزو یا ایک صحیفہ مکمل ہو جاتا تھا۔ کتابت کے مواد پر تحقیقی بحث کرتے ہوئے یہ بتایا کہ روایات میں مذکور الفاظ ادیم (باریک کھال سے تیار کیا گیا چرمی کاغذ) لخاف (سفید پتھر کی سلیٹ) کتف (اُونٹ کے مونڈھے کے پاس کی گول ہڈی) عسیب (کھجور کی شاخوں کا وہ حصہ جو تنے سے متصل ہوتا ہے، خاصا چوڑا ہوتا ہے، اسے خشک کر کے لکھنے کے لیے تیار کیا جاتا ہے)۔ اقتاب (لکڑی کی تختیاں) کی مناسب توضیح نہ ہونے کے باعث شبہات پیدا ہوئے ورنہ یہ ایسا مواد تھا، جس پر تحریریں عرصے تک محفوظ رہتی تھیں(۳)۔ چنانچہ عہد صدیقی میں جب سرکاری سطح پر زیدؓ بن ثابت نے ان اشیاء پر موجود تحریروں کی مدد سے قرآن کو ایک سائز کے چرمی کاغذ پر منتقل کر کے اسے یک جا مجلد کر کے ایک کتاب کی شکل دی تو یہ تمام مواد اپنی اصل شکل میں موجود تھا۔ صحابہ کرام عہد نبویؐ میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیٹھ کر اصل نسخے کی مدد سے اپنے لیے نقول تیار کرتے۔ دیکھ کر قرآن حکیم کی تلاوت کا ثواب زیادہ ہونے کی وجہ سے حفاظ صحابہ بھی نقول تیار کرنے اور دیکھ کر تلاوت کرنے کو زیادہ اہمیت دیتے تھے، حتیٰ کہ

رسول اللہ ﷺ کو قرآن حکیم کا نسخہ ساتھ لے کر دشمن کی سر زمین میں سفر کرنے سے منع کرنا پڑا۔

عہد صدیقیؓ میں قرآن کی جمع و تدوین کا کام یہ ہوا کہ سارا قرآن جو الگ الگ سورتوں کی شکل میں مختلف سائز کے اوراق پر لکھا ہوا موجود تھا، اسے ایک ہی سائز کے اوراق پر لکھوا کر ایک ہی جلد میں مجلد کروا دیا گیا۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں لوگوں کو ایک قرأت پر جمع کیا گیا اور مختلف قبائل کو اپنے اپنے لہجوں میں قرآن حکیم کی تلاوت کی جو اجازت رسول اللہ ﷺ نے دی تھی، اس کی وجہ سے عجمیوں میں تشتت و افتراق پیدا ہونا شروع ہو گیا تھا، جس کی بناء پر حضرت عثمانؓ نے لغت قریش کے مطابق متعدد نسخے تیار کروا کر ملک بھر میں ارسال کر دیے۔

مولانا گیلانی نے بعض ان روایات کا جائزہ بھی لیا ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض الفاظ یا آیات جو قرآن حکیم میں موجود تھے مثلاً آیت رجم لیکن وہ حضرت زیدؓ بن ثابت کے تیار کردہ نسخے میں درج نہیں کیے گئے۔ ان روایات کے بارے میں مولانا گیلانی کی رائے یہ ہے کہ ان روایات کا یہ مفہوم نہیں کہ یہ قرآن کے الفاظ یا آیات تھیں جن کو ترک کر دیا گیا بلکہ یہ رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے احکام تھے جنہیں صحابہؓ نے **وما ینطق عن الھوی. ان ھو الا وحی یوحی.** کے تحت منزل من اللہ بتایا یا صحابہ کرام نے بعض الفاظ قرآنی کی تشریح و توضیح کے لیے دورانِ درس و وعظ جو الفاظ استعمال کیے، بعض سننے والوں نے انہیں قرآن کا حصہ سمجھ لیا تھا جو بعض رواۃ کا قصورِ فہم تھا۔

کتاب کے آخر میں قرآن حکیم کو ترتیب نزولی سے مدون کرنے کی مستشرقین کی خواہش پر بحث کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ اس امر کا کوئی امکان نہیں کہ قرآن کو نزولی ترتیب سے مدون کیا جا سکے۔ بعض صحابہؓ نے اپنے طور پر جو نسخے مدون کیے تھے ان میں سورتوں کی باہمی ترتیب میں اختلاف موجود تھا لیکن اصل مسئلہ ہر ہر سورت کی آیتوں کی ترتیب کا ہے اور اس مسئلے میں تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ آیتوں کی باہمی ترتیب خود رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبریلؑ کے حکم سے دی تھی اور اس میں کسی قسم کی ترمیم خود قرآن میں ترمیم ہے، جن مستشرقین نے اس سلسلے میں کوشش کی وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ صحیح ترتیب نزولی معلوم کرنا ناممکن ہے۔

ہر سورت کی آیات کی باہمی ترتیب پر منٹگمری واٹ اور رچرڈ بیل نے بہت تفصیل سے گفتگو کرتے ہوئے ان مقامات کی نشان دہی کی ہے جہاں آیات کے فواصل کی ہم آہنگی سیاق و سباق کے مطابق نہیں یا موضوعات میں ربط نظر نہیں آتا۔ ان مثالوں سے انہوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ قرآن حکیم کے مدون کرنے والوں نے اس امر کا تو اہتمام کیا ہے کہ پورے قرآن

کو مدون کر دیا جائے لیکن سورتوں کی داخلی ترتیب میں سیاق و سباق اور فواصل کی ہم آہنگی کی کماحقہ رعایت نہیں کی گئی۔(۴)

ممکن ہے مولانا گیلانی نے اپنی اصل ضخیم اور مبسوط کتاب میں اس مسئلہ پر تفصیلی گفتگو کی ہو۔ زیرنظر جوہری خلاصہ میں صرف تاریخی حوالے سے مختصر تبصرہ ہے اور ایک مقام پر حاشیہ میں مولانا فراہی کی تفاسیر کے مطالعے کا مشورہ دیا گیا ہے جو نظم قرآن کے حوالے سے ایک شاہکار تالیف ہے۔

زیر نظر کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

> ''اللہ تعالیٰ نے ان (مولانا گیلانی) کو بڑا نکتہ رس اور نکتہ آفرین ذہن عطا فرمایا تھا۔ قرآن مجید کی وہی آیات اور صحاح کی وہی احادیث اور تاریخ کے وہی بیانات جو ہم آپ بیسیوں بار پڑھ چکے ہیں، مولانا ان سے ایسے حقائق ثابت کرتے اور ان سے ایسے عجیب لیکن صحیح نتائج نکالتے کہ حیرت ہوتی''۔(۵)

مکتبہ البخاری کی موجودہ طباعت کے آغاز میں حرف آغاز، عرض ناشر اور تقریظ زبان، بیان، اسلوب اور گرامر کے اعتبار سے نظرثانی کے متقاضی ہیں۔ کتاب کے آغاز میں مولانا ڈاکٹر عبدالحلیم چشتی نے کتاب پر ایک جدلیاتی مقدمہ لکھا۔ جس میں ایک روایت کو جس کی رو سے رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہؓ بن سلام کو تورات کی تلاوت کی اجازت دی تھی، رواۃ پر کی گئی جرح سے مسلح ہو کر مولانا گیلانی پر غم و غصے کا اظہار کیا ہے۔ رواۃ کی جرح و تعدیل سے جہاں درایتی دانش کی تائید ہوتی ہے، وہیں مناظرانہ ادبیات میں یہ کثیرالاستعمال بے مصرف ہتھیار ہے۔ کسی بھی راوی پر جرح روایت کے غیرمستند ہونے کا محض احتمال پیدا کرتی ہے، اسی لیے فقہاء کرام نے جو ''اعلم بمعانی الحدیث'' ہیں، اپنی تحقیقات کی بنیاد قطعیات پر رکھی ہے۔ اس نوعیت کی بحث میں قرآن کے یہ بیانات پیش نظر رکھنا ضروری ہیں کہ قرآن، تورات کے لیے مصدق و مہیمن ہے، تورات کتاب ہدایت و نور تھی، اس میں کی گئی تحریف کی قرآن نے اصلاح کر دی ہے، نیز قرآن اپنی صداقت کے لیے جا بجا سابقہ الہامی کتب اور ان کے علماء کو گواہ بناتا ہے اور فقہاء اسلام نے اسی بناء پر ''شرائع من قبلنا'' کو ایک درجے میں ماخذ قانون قرار دیا ہے۔ قرآن حکیم نے اپنے بارے میں خود کہا ہے، **و انہ لفی زبر الاولین**...... مذکورہ مقدمے کے بارے میں مولانا گیلانی کی روح کہتی ہوگی کہ ع شعر را بمدرسہ کہ بُرد؟ کیا ہی اچھا ہوتا کہ اس مقدمہ کو کتاب کے ساتھ شائع کرنے کے بجائے الگ تحقیقی مقالہ کے طور پر شائع کیا جاتا، تاکہ علمی بحث آزادانہ طور پر آگے بڑھتی۔

مولانا گیلانی کی زیر نظر تالیف نے بلاشبہ تدوین قرآن کے بارے میں مستشرقین کے پیدا کردہ اکثر شبہات کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیا اور کئی نامور مؤلفین نے اعتراف کیے بغیر مولانا کی تحقیقات سے اپنی تالیفات کو حسن و رعنائی بخشی۔ یہ مختصر تالیف علوم القرآن کے ہر طالب علم کی لائبریری کے لیے باعث افتخار ہے۔

حوالہ جات و حواشی

۱۔ ندوی، سیّد ابوالحسن علی، پرانے چراغ، مجلس نشریاتِ اسلام کراچی، ۱:۶۶

۲۔ اس استدلال کو ڈاکٹر محمد حمیداللہ نے ''خطبات بہاول پور'' کے پہلے خطبے اور عہد نبویؐ میں نظامِ حکمرانی (کراچی ۱۹۸۷ء) میں عہد نبویؐ میں نظامِ تعلیم (ص ۱۸۳-۱۹۱) کے زیرعنوان مزید آگے بڑھایا ہے۔

۳۔ منٹگمری واٹ اور رچرڈ بیل نے Introduction to the Quran ایڈنبرا ۱۹۷۰ء، ص ۳۰-۳۳ میں قرآن کے مواد کتابت پر بحث کرتے ہوئے بتایا ہے کہ مکہ ایک تجارتی شہر تھا اور اس کی معیشت کا تمام تر دار و مدار تجارت پر تھا، جس کی وجہ سے اہل مکہ کا ان علاقوں سے مسلسل رابطہ رہتا تھا جہاں نوشت و خواند عام تھی اور خود مکہ کے تاجر بھی اپنے کاروبار کا تحریری ریکارڈ رکھتے ہوں گے، یہود اپنی تحریروں کے لیے پیپرس اور چرمی جھلی بکثرت استعمال کرتے تھے، مسلمانوں اور پیغمبر اسلام کے لیے مکہ ایسے تجارتی شہر میں تحریری مواد کی دست یابی کوئی مسئلہ نہیں تھی۔

۴۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے مذکورہ بالا کتاب ص ۸۶-۱۰۷؛ اس باب میں پیدا کیے گئے شبہات پر نظم قرآن اور ربط آیات کے حوالے سے وقیع علمی کام کی ضرورت ہے۔

۵۔ ندوی، پرانے چراغ، ۱: ۶۶؛ مولانا مناظر احسن گیلانی کی حیات و خدمات پر مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحی نے حیات مولانا گیلانی کے نام سے ایک دل نشیں تذکرہ تحریر کیا ہے جو مجلس نشریات اسلام کراچی سے مولانا ابوالحسن علی ندوی کے پیش لفظ کے ساتھ ۱۹۹۴ء میں شائع ہوا۔